مولانا ابو معاویہ رحمانی

شکوہ بے جا بھی کرے کوئی تو لازم ہے شعور

ایک خط، ماہنامہ ''نغمۂ توحید'' (گجرات) کے مدیر کے نام!

پہلے اسے پڑھیے: معاصر عزیز ماہنامہ ''نغمۂ توحید'' گجرات کے دو شماروں (دسمبر ۲۰۰۰ء، فروری ۲۰۰۱ء) میں مدیر مجلہ محمد الفضا دصاحب کے قلم سے ایک مضمون نکلا، جس کے تین عناوین تھے، یعنی

''گفتنی ناگفتنی.................

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں

ابن امیر شریعت اور سدی صغیر کی روایت''

اس مضمون میں مدیر مجلہ نے بزعم خویش حضرت قائد احرار ابن امیر شریعت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ کو ہدفِ تنقید بنایا۔ پیلی مضمون کے اسلوب اور مواد پر تنقید سے زیادہ تحقیر اور تیز گفتاری کا رنگ غالب تھا۔ اختلاف رائے، اختلاف فکر یا اختلاف عقیدہ کے اظہار کے لئے، اسی ''گجراتی اسلوب'' کا پورا پورا تتبع کرتے ہوئے مذکورہ مضمون کا جواب دینا تو نہایت آسان تھا لیکن ''نقیب ختم نبوت'' کے قارئین خوب جانتے ہیں کہ کج بحثی کا جواب کج بحثی سے دینا کبھی بھی ہمارا شیوہ نہیں رہا۔

معاصر مذکور نے جو بحث اٹھائی، اس کا قصہ یہ ہے کہ ملتان سے قریب ہی ایک علاقہ کہروڑ پکا (ضلع لودھراں) میں حضرت پیر جی مدظلہ نے ۳۰ اگست ۲۰۰۰ء کو ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پاک بیان فرمائی کہ ''**من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیاً ابلغتہ**'' (جو شخص میری قبر پر آ کے درود پڑھے گا، اس کو میں خود سنوں گا اور جو شخص دور سے مجھ پر درود پڑھے گا، اللہ فرشتوں کے ذریعے سے مجھے پہنچا دیں گے)۔ یہ حدیث سنتے ہی، سامعین میں سے ایک صاحب نے رقعہ بھیجا، جس میں حدیث کی صحت پر اعتراض کیا گیا تھا۔ اعتراض کا جواب دے دیا گیا۔ تو وہ معترض صاحب ''بنفس نفیس'' اٹھے اور چلا چلا کر اپنا اعتراض دہرانے لگے، اور پھر سٹیج کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ اس صورتحال میں، مجمع میں ارتعاش کا پیدا ہونا یقینی تھا۔ حضرت پیر جی مدظلہ نے کسی بھی بدمزگی سے بچنے کے لئے مجمع کو ردعمل سے باز رکھا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ سوالات اور اعتراضات کا جواب وہ اپنی گفتگو کے اختتام پر دیں گے۔ لیکن اس دوران وہ صاحب سٹیج کے بہت قریب پہنچ چکے تھے۔ وہاں موصوف نے باقاعدہ تقریر شروع کر دی۔ اور فرمایا ''ہم حاضر ہیں بحث کرنے کے لئے۔'' حضرت پیر جی نے فرمایا ''تشریف رکھیں۔ میں نے

گزارش کی ہے کہ میں بڑے اچھے انداز سے گفتگو کر رہا ہوں۔ مجھ سے مناظرانہ انداز میں گفتگو نہ کریں۔'' لیکن معترض موصوف کی برہمی اور تندی بڑھتی چلی گئی۔ وہ جلسہ کو اکھاڑہ بنانے پر تلے ہوئے تھے۔ حضرت پیر جی مدظلہ نے نہایت تحمل سے، ان سے دریافت کیا ''آپ رجال کو جانتے ہیں؟ رجال کی بحث سے واقف ہیں؟'' موصوف نے جواب دیا ''ہمارے پاس مولوی موجود ہے۔ آپ اس کے ساتھ بات کرلیں۔'' پیر جی مدظلہ نے فرمایا ''میں مولوی کے ساتھ بات نہیں کر رہا میں آپ سے بات کر رہا ہوں''۔ اس پر موصوف نے اپنا اعتراض پوری مناظرانہ جارحیت اور جاہلانہ ڈھٹائی کے ساتھ دہرایا کہ ''آپ نے جو روایت پڑھی ہے اس کا راوی محمد بن مروان سدی صغیر شیعہ اور کذاب ہے''۔ پیر جی مدظلہ نے فرمایا ''یہ مجھے پتہ ہے۔ اس حدیث کی سند دو طرق سے ہے۔ میں نے جو روایت نقل کی ہے، اس میں یہ راوی نہیں''۔ اس پر موصوف آپے سے باہر ہو گئے اور للکار للکار کر فرمانے لگے ''یہ راوی نہ ہو تو مجھے گولی مار دو۔ یہ راوی نہ ہو تو مجھے گولی مار دو''۔ حضرت پیر جی نے فرمایا ''گولی آپ کو کوئی اور مارے گا، میں کیوں ماروں؟ آپ مرنا چاہتے ہیں تو مریں۔ مجھ پر قتل کا الزام کیوں لگاتے ہو؟'' اس پر موصوف نے کہا ''آپ بات کا ٹائم دیں''۔ حضرت پیر جی فرمایا ''ملتان آجاؤ۔ میں جمعہ کی شام تک وہیں ہوں۔ اھلاً وسھلاً''۔ لیکن موصوف ملتان تشریف نہیں لائے۔

مجلّہ ''نغمۂ توحید'' سے پتا چلا کہ معترض موصوف...... غلام اکبر خان بلوچ، جمیعت اشاعت التوحید والسنۃ کی مجلس شوریٰ کے رکن ہیں۔ ''نغمۂ توحید'' چونکہ اسی ''جمیعت'' کا ترجمان ہے، لہٰذا بلوچ صاحب موصوف کی حمایت میں، مدیر مجلّہ کا مغلوب الغضب ہونا قابل فہم ہے۔ یوں بھی جس مسئلے کا، جس موقف کا اور جس تحقیق کا کوئی علمی اور جمہور نہ ہو، اسے منوانے کے لئے دھونس، دھاندلی اور دھڑلے کے ''توحیدی ذرائع'' سے بڑھ کر، اور کیا چیز موثر و کارگر ہوگی؟ توحید وسنت کی ''اشاعت'' کا یہ ''گجراتی مشن'' گزشتہ چوالیس سال سے انہی ذرائع کی بدولت زندہ ہے۔ ''اشاعت التوحید'' کا سن تاسیس ۱۹۵۷ء ہے۔ اسی جماعت کے سٹیج سے، سب سے پہلے عقیدۂ حیات النبی ﷺ، سماع عند قبر النبی ﷺ، سماع موتیٰ اور حیات قبر و برزخ کے حوالے سے اختلافی باتیں، عوام کی سماعت میں آئیں۔ اس اختلافی تحقیق اور موقف کو اہل سنت والجماعت سے عموماً اور وابستگان حلقۂ دیوبند سے خصوصاً منوانے بلکہ ان پر مسلط کرنے اور ٹھونسنے کی جو ''تبلیغی'' اور ''اشاعتی'' مہمیں چلائی گئیں، کم از کم دین حق کی تبلیغ واشاعت کی ساری تاریخ میں، ویسی جارحانہ تبلیغی مہموں کی مثال مشکل ہی سے ملے گی۔ یہ داستان اتنی دل آزار، دل خراش اور ناگوار ہے کہ اسے کہتے ہوئے دل دکھتا ہے۔ توحید وسنت کی یہ کیسی ''اشاعت'' تھی کہ جس کی حدیں ''توہین رسالت'' تک جا پہنچیں۔ ہم غلط نہیں کہتے، بخدا ہم غلط نہیں کہتے۔ بر خود غلط محققوں اور دریدہ دہن مقرروں نے مسلمانوں کو کافر ومشرک اور بد دین و بے ایمان قرار دینے کی مہمیں بھی چلائیں اور تکفیری فتنوں کی رگوں میں نیا خون بھی دوڑایا، اور اسی پر بس نہیں پھر وہ اس حد تک پہنچے کہ جس کے تصور سے ہی، ایک گناہ

گار سے گناہ گار مسلمان پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ ذاتِ رسالت مآب ﷺ کے متعلق گفتگو اور، اتنی بے باکی، اتنی بے حیائی، اتنی بے ہودگی کے ساتھ؟

یہ حقیقت ہے کہ ''اشاعت التوحید'' کے سٹیج پر ان برخود غلط محققوں اور دریدہ دہن مقرروں کو دندنانے کو پوری آزادی بھی ملی اور اپنے سرپرست اکابر کی بھرپور سرپرستی بھی۔ اور اس سے بھی بڑھ کر ستم یہ کہ اپنے سٹیج پر اکتفا نہیں کی گئی بلکہ دوسروں کے سٹیج پر چڑھ دوڑنے، قبضہ جمانے، اور غل مچانے کا ''اشاعتی جہاد'' بھی فرمایا گیا۔ ۱۹۵۸ء میں جب حیات النبی ﷺ کے مسئلہ پر ملک کے مذہبی حلقوں میں اولین ہنگامہ آرائی، بلکہ محاذ آرائی ہوئی تو اس کا سبب یہی تھا کہ جامعہ خیر المدارس ملتان کے سٹیج پر ایک ''اشاعتی'' بزرگ نے میزبان ادارہ کے مسلک و مشرب کا لحاظ نہ فرماتے ہوئے اپنے ذاتی اور جماعتی ذوق و مزاج کا ایسا بھرپور مظاہرہ فرمایا، اور دوران خطاب کچھ ایسی گفتگو فرمائی کہ جس سے تردید، جواب، ردعمل، جواب الجواب، بحثا بحثی اور پھر کج بحثی کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ چل نکلا۔ کہروڑ پکا میں پیش آنے والا واقعہ اسی ''اشاعتی جہاد'' کا تسلسل ہے۔ ورنہ بتایا جائے کہ کسی خطیب اور مقرر کو بر سر منبر ٹوک کر، مناظرہ اور مجادلہ کی فضا پیدا کرنا یا صاف لفظوں میں، جلسہ خراب کرنے کی کوشش کرنا، کونسی اخلاقیات کا حصہ ہے؟ جب ایک اجتماع کے منتظمین، مقررین اور سامعین کے عقیدہ و مسلک کے بارے میں کوئی ابہام نہیں ہے تو وہاں کسی مولوی صاحب کو بغل میں لے کر ''بحث کی تیاری'' کے ساتھ پہنچنا، مقرر کی گفتگو میں بار بار خلل اندازی کرنا، مبارزت طلبی کے انداز میں گفتگو کرنا اور مقرر کو وضاحت کا موقع نہ دینا، توحید و سنت کی ''اشاعت'' کا گجراتی اسلوب تو ہو سکتا ہے، یا سیاسی شہدوں کا شہدا پن، لیکن اسے معقولیت اور شرافت سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ ''اشاعتی'' مہم جوؤں کے ذوق مہم جوئی کی تسکین کے لئے، ان کے اپنے حلقۂ فکر سے وابستہ مدارس، مساجد، مجلّات، عوامی اجتماعات اور تالیفات و تصنیفات کے ذرائع کیا کم ہیں کہ وہ ''بحث کی تیاری'' کے ساتھ جلسہ جلسہ اور جا و بے جا (بلکہ اکثر بے جا) کودتے اور ناچتے پھرتے ہیں۔ مقصود افہام و تفہیم ہو تو بات، ماحول کو مکدر اور مشتعل کئے بغیر افہام و تفہیم کی فضا ہی میں کی جانی چاہئے۔ ایک طے شدہ اصول اور روایت ہے کہ مقرر، سامعین کی طرف سے موصول ہونے والے سوالات و اشکالات کا جواب، اپنے زیر بحث نکات کی تکمیل پر گفتگو کے آخر میں دیتا ہے۔ لیکن جب معترضین و مستفسرین ''بے صبری کے منظم مظاہرے'' برپا کرنے لگیں، صرف اس لئے کہ انہوں نے ''بحث کی تیاری'' کر رکھی ہے، تو اس کا صاف مطلب ہے کہ مقصود افہام و تفہیم نہیں، تخریب و شرارت اور فتنہ و فساد ہے، اور ''تیاری'' بھی اسی کی ہے۔ کہروڑ پکا میں جو کچھ ہوا، اس کا ذمہ دار کون ہے؟ منتظمین جلسہ نے اس بدمزگی کے مرکزی کردار ''بلوچ صاحب'' کو مجمع سے نکالا تو اچھا ہی کیا۔ موصوف کا تو مطالبہ تھا کہ انہیں گولی مار دی جائے۔ بعد میں مقامی علماً نے اس واقعے کی مذمت میں پریس کانفرنس کی تو کیا برا کیا؟ اور پھر ''بلوچ صاحب'' کے حوالے سے بعض باتیں جو، ان علماً نے

الزامی نوعیت کی کہیں تو اس کا بار ثبوت بھی انہی حضرات پر ہے، ان باتوں کے لئے حضرت پیر جی مدظلہ کو مورد طعن بنانا ''مدیر نغمہ'' کی دیانت کا کمال ہے یا ذہانت کا، اس کا فیصلہ ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں۔

گجراتی مجلے کے فاضل مدیر سے اور ان کے ممدوح اور متبوع، محققین و مقررین سے اتنی گزارش ہے کہ جلسوں کو فتح کرنے اور مقررین کو مسخر کرنے کے ''اشاعتی'' حربوں سے اجتناب فرمائیں، ورنہ ردعمل کی تلخی اور ناگواری سے ان کا شیرازۂ حواس مزید بکھر سکتا ہے۔ اور ہاں، کبھی توفیق ہو تو جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے بانی امیر حضرت مولانا قاضی نور محمدؒ اور بانی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ کے عقیدہ و مسلک کا فیصلہ بھی کفر و اسلام، حق و باطل اور ہدایت و ضلالت کے حتمی تعین کے ساتھ فرما دیں، کیونکہ ان حضرات کا عقیدہ بھی تو یہی ہے کہ ''وفات کے بعد نبی کریم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے۔ اور اس حیات کی وجہ سے روضۂ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ و سلام سنتے ہیں'' (بحوالہ سوانح حیات حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ مؤلفہ عبدالمعبود، ص ۳۵۷)

مدیر ''نغمہ'' اپنے ''نغمۂ تفرید'' کی لے، سُر اور تان، جتنی بھی چاہیں گھٹائیں بڑھائیں اور اونچی نیچی کریں، وہ اس کا حق رکھتے ہیں، لیکن وہ اس بات کا کوئی حق نہیں رکھتے کہ جہاں کہیں عقیدہ حیات النبی ﷺ، سماع عند قبر النبی ﷺ، سماع موتیٰ اور حیات قبر و برزخ کے حوالے سے گفتگو کی جائے تو مدیر صاحب اس گفتگو کو اپنے عقیدے سے مختلف پا کر، اسے توحید و سنت کا انکار بھی قرار دے دیں اور ''جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ'' پر حملہ بھی سمجھیں، اور پھر فساد پیدا کریں۔ جھگڑے کو جتنا بڑھایا جائے، بڑھ سکتا ہے، خصوصاً جبکہ ہمارے ''نغمہ پرداز'' مہربانوں کو چوالیس سالہ تجربہ بھی حاصل ہے۔ لیکن ''نقیب ختم نبوت'' کے صفحات گواہ ہیں کہ ہم نے ہمیشہ مجبور ہو کر، اس عنوان پر قلم اٹھایا ہے، اور وہ بھی تادمِ تحریر تین یا چار مرتبہ۔ الحمد للہ، ہم اعتقادی یا جماعتی حوالے سے، شناخت کے کسی بحران میں مبتلا نہیں ہیں کہ کسی ''اشاعتی جہاد'' کے ذریعے سے ''نان ایشوز'' کو ''ایشوز'' بنا کر اپنی انفرادیت اور امتیاز قائم کریں۔

زیر بحث مسئلہ سے متعلق، حضرت امیر شریعت، ان کے جانشین اول حضرت سید ابو معاویہ ابوذر بخاری اور جانشین ثانی حضرت سید عطاء المحسن بخاری (رحمہم اللہ) کے حوالے سے، اور مجلس احرار اسلام کے اکابر و مشائخ کے حوالے سے، بعض ضروری تصریحات قلم بند کرنا ابھی باقی ہیں۔ اس امر کی ضرورت اور ''ناگزیریت'' ایک عرصہ سے محسوس کی جا رہی تھی۔ لیکن بحالات موجودہ یہ بہت ہی ضروری ہو گیا ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ کسی اشاعت میں اس کی تکمیل ہو جائے گی۔

زیر نظر مکتوب ادارہ ''نقیب ختم نبوت'' کے رفیق فکر مولانا ابو معاویہ رحمانی نے مدیر ''نغمہ'' کے نام بہت دن پہلے ارسال کیا تھا۔ ادھر سے جواب نہ پا کر ہمیں اشاعت کے لئے بھجوا دیا۔ ''نقیبِ ختم نبوت'' میں اب تک اس بحث کو نہ

چھیڑنے کا ایک سبب، یہ توقع بھی تھی کہ مدیر ''نغمہ'' اس خط کے حوالے سے شاید مزید کچھ ارشاد فرمائیں۔اب آپ خط ملاحظہ فرمائیں۔..........................(مدیر)

مکتوب محترم جناب محمد الفضا د صاحب مدیر، ماہنامہ ''نغمۂ توحید'' گجرات!

سلام مسنون!...... ماہنامہ ''نغمۂ توحید'' ماہ ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ میں آپ کی طرف سے ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم کے خطابِ کہروڑ پکا کے ضمن میں کچھ وضاحت کی گئی ہے، جو کہ خلافِ حقیقت اور غلط بیانی ہے۔آپ نے لکھا ہے کہ کہروڑ پکا میں حضرت سید عطاء المہیمن بخاری صاحب نے **من صلی علی عند قبری** والی حدیث پڑھی جس کا راوی محمد بن مروان سدی صغیر ہے، جو کہ جھوٹا اور کذاب ہے۔وہاں پر مقامی باشندے اکبر بلوچ نے حضرت شاہ صاحب کو چٹ بھیجی کہ آپ نے جو حدیث پڑھی ہے اس کا راوی محمد بن مروان کذاب ہے اور جھوٹی روایت والی حدیث پڑھنا آپ کو زیب نہیں دیتی تو حضرت شاہ صاحب بجائے اس کے کہ ٹھنڈے دل سے سوچتے، انہوں نے بھٹو والی بڑھکیں مارنا شروع کر دیں۔جناب من! پہلی بات تو یہ ہے اکبر بلوچ باہر سے اندر آیا اور مجمع کو چیرتا ہوا حضرت شاہ صاحب کی طرف بڑھا۔سامعین کو تشویش ہوئی کہ کیا معاملہ ہے؟ تو حضرت شاہ صاحب نے اس سے دریافت کیا کہ بھائی بات کیا ہے، تو اکبر بلوچ نے کہا کہ آپ نے جو حدیث **من صلی علی عند قبری** والی حدیث پڑھی ہے اس کا راوی محمد بن مروان سدی صغیر ہے جو کہ کذاب ہے۔حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ بھائی میں نے تو یہ حدیث اس روایت سے نہیں پڑھی، میں نے تو ابو یعلیٰ والی روایت سے حدیث پڑھی ہے جس میں محمد بن مروان راوی نہیں ہے، اور اس مفہوم کے ساتھ اور بھی کئی حدیثیں ہیں۔حضرت شاہ صاحب نے اس سے سوال کیا کہ تو اسماء الرجال کی بحث کو جانتا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔اس کے بعد اکبر بلوچ نے کہا کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو آپ مجھے گولی مار دیں۔حضرت شاہ صاحب نے اسے سمجھایا کہ بھائی میں کیوں تیرا قتل اپنے ذمہ لوں، اگر تمھیں مسئلہ سمجھنا ہے تو ملتان آ جاؤ، پورے حوالہ جات کے ساتھ، احادیث کتبِ احادیث سے دکھلا کر سمجھا دونگا۔اس کے بعد مقامی منتظمین جلسہ اسے پکڑ کر باہر لے گئے۔

جناب مدیر صاحب! جب حضرت شاہ صاحب نے اسے فرمایا کہ تم ملتان آ جاؤ، انشاء اللہ تمھیں وہاں سب احادیث اور ان کے راوی حوالہ جات کے ساتھ دکھلاؤنگا، پھر اب تک اکبر بلوچ وہاں ملتان کیوں نہیں گیا؟ اکبر بلوچ کی طرف سے تو اخبار ''نوائے وقت'' میں پریس کانفرنس چھپی، جس میں اس نے دعویٰ کیا کہ اگر شاہ صاحب بخاری اور مقامی علماء سماع عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث پیش کر دیں تو میں ایک لاکھ روپیہ انعام دوں گا۔تب کہروڑ پکا کے علماء نے صحیح حدیث کا حوالہ دیکر اشتہار بھی شائع کیا، پھر اکبر بلوچ کدھر گیا؟

سوال یہ ہے کہ آپ سب حضرات محمد بن مروان والی حدیث پر کیوں سارا زور لگا رہے ہیں؟ محمد بن مروان

واقعی کذاب اور جھوٹا تھا، اس کے علاوہ دیگر احادیث کو آپ حضرات کیوں نہیں تسلیم کر لیتے؟ اس سے کون سا شرک واقع ہو جاتا ہے؟ صحیح احادیث ہونے کے باوجود بھی آپ کہتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر مبارک میں مردہ ہیں، آپکا وجود جماد محض ہے، بے حس و بے شعور ہے (العیاذ باللہ)۔ یہ حب نبی ہے یا بغض نبی ہے؟

حضرت بخاری صاحب مدظلہ اور اکبر بلوچ کی تو صرف اتنی گفتگو ہوئی، لیکن آپ نے اپنے پرچہ میں پورا مناظرہ بنا دیا ہے کہ اکبر بلوچ نے قبر کے بارے میں بھی سوال کیا، اور فلاں سوال کیا، اور فلاں سوال کیا۔ قابل فہم بات یہ ہے کہ عرف عام میں جسے قبر (گڑھا) کہا جاتا ہے، یہی قبر ہے یا نہیں؟ اور عذاب قبر و جزاوسزائی القبر اسی قبر میں ہے یا نہیں؟ اب ذرا تعصب والی عینک اتار کر رکھ دیں اور سمجھنے کی نیت کر کے اس حدیث کو پڑھیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

مر االنبی صلی اللہ علیہ وسلم بقبرین فقال انهما لیعذبان و مایعذبان فی کبیر اما احدهما فکان لا یستتر من البول و اماالاخر فکان یمشی بالنمیمة ثم اخذ جریدة رطبة فشقهماتصفین فغرز فی کل قبر واحدة قالوا یارسول اللہلم فعلت هذا قال لعله یخفف عنهما مالم ییبسا (صحیح بخاری)

ترجمہ:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گذرے۔ آپ نے بتایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے، اور وہ کسی بڑے گناہ پر نہیں ہے۔ ایک تو پیشاب کی چھینٹوں سے بچاؤ نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا۔ پھر آپ نے کھجور کی ایک ٹہنی منگوائی اور اس کے دو حصے کئے اور دونوں قبروں پر ایک ایک حصہ گاڑ دیا۔ صحابہ نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ جب تک یہ ٹہنیاں سبز رہیں گی، ان سے عذاب ہلکا رہے گا۔

اب بتائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو شخصوں کو انہی گڑھوں میں عذاب ہوتے پایا جنہیں عرف عام میں قبر کہا جاتا ہے۔ یا علیین میں واقع قبر کا فرما رہے تھے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی ٹہنیاں بھی انہی قبروں پر گاڑی تھیں۔ یہ عذاب جو قبر والوں کو ہو رہا تھا، یہ عالم برزخ کی بات ہے اور اسے ہی عذاب قبر کہا جاتا ہے۔

ایک اور حدیث کا مفہوم ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبرستان میں تشریف لے گئے تو ایک شخص قبر کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو فرمایا کہ "قبر والے کو (ٹیک لگا کر) تکلیف نہ دو"۔ وہ شخص بھی تو اسی قبر (گڑھے) کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے منافقین کی قبروں پر کھڑا ہونے سے منع فرما دیا۔ یہاں کونسی قبریں مراد ہیں؟ ایک اور حدیث کا مفہوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر جانے والی عورتوں پر لعنت کی ہے۔ یہاں کونسی قبریں مراد ہیں؟ اگر یہ قبریں مراد نہیں ہیں تو پھر آپ ان قبروں پر مروجہ میلے اور عورتوں کا وہاں جانا جائز قرار دیں اور قبروں پر چڑھاوے، منتیں، نوراتیں، ..... سب کو جائز کہیں۔ جب قبر تو یہ ہے ہی

نہیں تو پھر شرک کیسا اور مشرک کون ہے؟ آپ خواہ مخواہ سارے جہان کو مشرک کیوں کہتے ہیں؟ ہاں، اگر آپ کو یہ شبہ ہے کہ قبر کو کھول کر دیکھا جائے تو قبر میں نہ کوئی سانپ ہے، نہ بچھو ہے اور مردے پر عذاب کے کوئی آثار نظر نہیں آتے تو جناب، عالم برزخ کی چیزوں کے مشاہدہ کے لئے عالم دنیا کی آنکھیں کام نہیں دیتیں۔ جیسے مرتے وقت اللہ کے فرشتے آسمان سے اترتے ہیں تو صرف مرنے والا ہی ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے بلکہ بعض اوقات ان کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے لیکن موجود حاضرین میں سے کوئی بھی ان فرشتوں کو نہیں دیکھ رہا ہوتا، اسی طرح قبر کے لباس، فرش اور سانپ بچھوؤں کو بھی سمجھنا چاہیئے۔ عالم دنیا والے اس کو کیسے دیکھ سکتے ہیں؟ یہ سب عالم غیب کی چیزیں ہیں، جہاں نہ نظر کی رسائی ہے اور نہ عقل کی۔ یہ سب چیزیں فوق العقل ہیں نہ کہ خلافِ عقل۔ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ

''اگر مجھے اس بات کا خدشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتا کہ وہ تمھیں بھی عذاب قبر سنادیتا جس کو میں سنتا ہوں'' (مسلم جلد ٤ ص ٢١٩٩ حدیث نمبر ٢٨٦٧) اور بخاری میں ہے..... **تسمعه البهائم كلها** ۔ اس کو سب بہائم سنتے ہیں۔ علماء لکھتے ہیں کہ جب ایک خچر عذاب کی آواز سن کر بدکا تو جن وانس، جو عقل وشعور رکھتے ہیں، ان کو یہ آواز اس حکمت کے تحت نہ سنوائی گئی کہ کہیں مردے کو دفن کرنا نہ چھوڑ دیں۔ زندہ شخص اگر اس آواز کو سن لیتا تو راہی بقاء ہو جاتا کیونکہ کسی جن وانسان کو عذاب کے آواز سننے کی تاب نہیں، اس لئے کہ یہاں کے قویٰ بہت کمزور ہیں۔ **لو سمعه لصعق** اگر انسان اس کی آواز کو سنے تو بے ہوش ہو جائے۔

مدیر صاحب! اگر آپ نے عذاب قبر کا ضرور مشاہدہ کرنا ہے تو پھر آپ اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگیں کہ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو اشرف المخلوقات سے نکال کر بہائم میں داخل کر دے (اور بہائم میں سے بھی جو جنس آپ کو پسند ہو) تاکہ آپ حضرات عذابِ قبر کی آوازیں سن کر مشاہدہ اور یقین کر لیں۔ ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ اس کے بعد بھی آپ یہی کہیں گے کہ **لانسلّم**....... سو، منوانا ہمارا کام نہیں۔ ہمارا کام بتلانا ہے جو ہم نے بتلا دیا ہے۔

نو (۹) جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے احادیث بیان کر کے ثابت کیا ہے کہ قبر یہی گڑھے والی قبر مراد ہے۔ آپ دین کو اپنی سمجھ اور عقل کے مطابق سمجھنے کی کوشش نہ کریں بلکہ صحابہ کرام، ائمہ عظام وعلماء امت نے جیسے سمجھا اور سمجھایا ویسے سمجھیں اور ایمان بالغیب لائیں۔ آپ نے اپنے دوسرے مضمون ''سماع موتی'' میں حیات النبی ﷺ کے قائل جمہور علماء امت پر الزام لگایا ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی مانتے ہیں۔ یہ آپ کا بہتان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی کا کوئی بھی قائل نہیں، بلکہ حیات برزخی ہی کے قائل ہیں، اور قبر میں بھی حیات برزخی ہی ہے۔ نیز آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں حیات کے نہ صحابہ کرام قائل تھے نہ ائمہ عظام۔ آیئے دیکھیں کہ کس بزرگ نے کیا فرمایا ہے۔

حدثنا هارون بن عبدالله اخبرنا حسین بن علی عن عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان من افضل ایاکم یوم الجمعة فیه خلق ادم و فیه قبض و فیه انخفخة و فیه الصعقة فاکثر واعلی من الصلوٰة فان صلوتکم معروضة علی قال قالوا یارسول الله و کیف تعرض صلوتنا علیک وقد ارمت قال بقولون بلیت فقال ان الله عزوجل حرم علی الارض الاجساد الانبیاء: (سنن ابی داؤد جلد۱ص ۱۵۰، سنن نسائی جلد۱ص ۱۵۴، سنن ابن ماجہ ص۷۷، سنن دارمی ص ۱۹۵، مستدرک حاکم جلد۱ص۲۷۸، سنن کبریٰ بیہقی جلد ۳ص ۲۴۸، طبرانی عمانی نیل الاوطار جلد۳ص۲۱۰،ص۲۱۱ تفسیر ابن کثیر جلد۳ص ۵۱۴ وغیر ذالک...... بحوالہ ''حیات الانبیاء'' ص۲۹۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ ''زمین پر حرام ہے کہ انبیاء کے جسموں کو مٹی بنائے''.... صرف ''ارمت'' (آپ مٹی میں گھل چکے ہوں گے) کے مقابلے میں نہیں بلکہ ''کیف تعرض صلوٰتنا علیک'' کے جواب میں ہے یعنی ارشاد نبوت صرف یہ نہیں کہ انبیاء کرام کے اجسادِ مطہرہ مٹی کے ساتھ مٹی نہیں ہوتے بلکہ آپ کا منشاء یہ ہے کہ انبیاء کرام کے اجساد مطہرہ اس طرح محفوظ ہوتے ہیں کہ ان پر صلوٰۃ وسلام برابر پیش ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے کہ اصل سوال یہ تھا: کیف تعرض صلوتنا علیک وقدارمت

(ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جبکہ آپ مٹی میں گھل چکے ہوں گے؟)

ظاہر ہے کہ یہاں جواب میں یہ مراد ہرگز نہیں کہ اجساد مطہرہ صرف اس طرح محفوظ ہیں کہ اپنی اپنی قبور میں محض بے شعور و بے حس پڑے ہیں بلکہ منشائے رسالت میں ایسی محفوظیت مراد ہے کہ ان پر صلوٰۃ وسلام پیش ہو سکے۔ اگر اجساد محفوظ پر صلوٰۃ وسلام پیش نہ ہوتا ہو اور انہیں اس صلوٰۃ وسلام کا شعور نہ ہوتا تو حدیث کے دونوں جملوں میں کوئی ربط نہیں رہتا۔ سوال وجواب کا اقتضا، یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اطہر محض بے شعور و بے حس اکرانا محفوظ نہ ہو بلکہ اس میں ایسی حیات ہو کہ اس پر صلوٰۃ وسلام پیش ہو سکے۔

اس حدیث کو صحیح قرار دینے والے ائمہ کرام ویسے تو سو سے زائد ہیں لیکن ''مقام حیاتِ'' کے مصنف علامہ خالد محمود صاحب نے بتیس (۳۲) ائمہ کرام کے نام ذکر کئے ہیں جو کہ امام احمد، امام ابوداؤد سے لے کر حجۃ الاسلام علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین تک ہیں، اور آپ کہتے ہیں کہ آپ (ﷺ) کی حیات کا کوئی امام قائل نہیں۔ ان سب ائمہ کرام کے حوالہ جات تو نقل کرنے کی گنجائش نہیں۔ بطور نمونہ ایک دو حوالے نقل کیے جاتے ہیں۔ حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ روینافی سنن ابی داؤد والنسائی و ابن ماجه بالا سانید الصحیحة عن اوس بن اوس الخ (کتاب الاذکار، کتاب الصلوٰة علی الرسول ص۷۸)

حافظ ابن قیم فرماتے ہیں:۔ **ومن تامل ھذا الاسناد لم یشک فی صحته لثقة رواته و شھر تھم وقبول الائمة وقبول الائمة حدیثھم:(جلاء الافھام ص ٤٤)** ترجمہ:۔اور جس نے بھی اس حدیث کی سند میں غور کیا اسے اس حدیث کی صحت میں کوئی شک نہ رہا کیونکہ اس کے سب راوی ثقہ اور مشہور ہیں اور ائمہ حدیث نے ان سب کی روایت قبول کی ہیں۔مزید تفصیل کے لئے ''مقام حیات'' دیکھیں۔اب یہ روایت بھی دیکھیں کہ **حدثنا عمرو بن سعد المصری حدثنا عبداللہ بن وھب عن عمرو بن الحادث عن سعید بن ابی ھلال عن زیدبن ایمن عن عبادة نسئی عن ابی الدرداء قال قال رسول صلی اللہ علیه وسلم اکثر والصلوٰة علی یوم الجمعة فانه مشھود تشھده الملئکة وان احداً من یصلی علی الاعرضت علی صلوته حتی یفرغ منھا قال قلت وبعد الموت قال و بعد الموت ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق (ابن ماجه)**

ترجمہ:۔''عبادہ بن نسی حضرت ابودرداسے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں،اور کوئی مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر یہ کہ اس کے فارغ ہوتے ہی وہ مجھ پر پیش کر دیا جاتا ہے۔ابودرداء کہتے ہیں،کہ میں نے پوچھا کہ کیا وفات کے بعد بھی آپ پر درود پیش ہوتا رہے گا؟ آپ نے فرمایا کہ(ہاں)وفات کے بعد بھی اس طرح پیش ہوتا رہے گا۔اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔پس اللہ کا پیغمبر زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق بھی دیا جاتا ہے۔''

باقی رہا یہ کہ آپ کو صلوٰۃ وسلام پہنچتا ہے،تو یہ دونوں صورتوں کو شامل ہے۔قریب سے ہو تو براہ راست اور دور سے ہو تو بتوسط ملائکہ۔یہ بات یقینی ہے کہ آپ کو صلوٰۃ وسلام پہنچتا ہے۔اس حدیث کے بارے میں صرف مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ علیہ کی تحریر نقل کی جاتی ہے۔فرماتے ہیں:

''اکثر شارحین نے ردروح کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ کی روح پاک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی جمالی اور جلالی تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف رہتی ہے،پھر جب کوئی امتی سلام کرتا ہے اور وہ فرشتے کے ذریعہ سے یا براہِ راست آپ تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے آپ کی روح(ایک جہت سے)اس طرف بھی متوجہ ہوتی ہے اور آپ سلام کا جواب دیتے ہیں بس اس روحانی توجہ والتفات کو روح سے تعبیر کیا گیا۔''(معارف الحدیث جلد۵ص ۳۷۶)

ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں: **حدثنا ابو الجحھم الازرق بن علی حدثنا یحیٰ بن ابی بکیر حدثنا المستلم بن سعید عن الححاج عن ثابت عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم**

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون (مسند ابی یعلیٰ جلد۳ ص ۳۷۹ حیات الانبیاء للامام البیھقی ص ۳ جمع الفوائد جلد ۲ ص ۱۷۶)

ترجمہ:۔حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔اور..... رئیس المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یرید بقولہ "الانبیاء احیاء" مجموع الاشخاص لا الارواح فقط

ترجمہ:۔''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اس حدیث سے کہ ''انبیاء کرام زندہ ہوتے ہیں'' یہی ہے کہ ''مجموعہ اشخاص'' فائز الحیات ہیں نہ کہ فقط ان کی ارواح زندہ ہیں۔''اور...... مختصراً عرض ہے کہ چالیس اکابر محدثین اور علماء کرام نے اس حدیث کے صحیح ہونے پر نص فرمائی ہے۔اس کی تفصیل کے لیے ''مقام حیات'' مصنفہ علامہ خالد محمود دیکھیں،(ص ۵۰۷، ۵۰۶) اس کے علاوہ حیات الانبیاء بیہقی ص ا شفاء السقام ص ۱۳٤ فتح الباری جلد ٦ ص ۳۵۲ فیض الباری ج ۲ ص ٦٤، فتح الملہم ج ا ص ۳۲۹ نیل الدوطار ج ۳ ص ۲٦٤ مرقاۃ ج ۲ ص ۲۱۲ فیض القدیر جلد ۳ ص ۱۸٤ وغیرہ پر دیکھیں۔اس حدیث میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہی نہیں فرمایا کہ ''الانبیاء احیاء'' کہ انبیاء زندہ ہیں کیونکہ شبہ ہو سکتا تھا کہ شاید انبیاء علیھم السلام کی روحانی زندگی کو بیان کیا جارہا ہے بلکہ "فی قبورھم ویصلون" کے الفاظ بڑھا کر ان کی حیات جسمانی کو واضح فرمادیا۔'' فی قبورھم '' کے الفاظ سے اس بات کی وضاحت فرمادی کہ محل حیات وہی ہے جس کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور قبر میں چونکہ جسم کو رکھا جاتا ہے لہٰذا محل حیات جسم ہے۔پھر "یصلون" کے الفاظ فرما کر حیات جسمانی کو اور زیادہ واضح فرما دیا کیونکہ نماز پڑھنا جسم کا کام ہے صرف روح کا نہیں ہے۔شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ..... ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں جیسا کہ اپنی جگہ پر یہ ثابت ہے اور آپ اپنی قبر یں اذان واقامت سے نماز پڑھتے ہیں'' (فتح الملہم ج ۳ ص ٤۱۹)۔اسی طرح محدث العصر مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''قبروں میں بہت سے اعمال کا ثبوت ملتا ہے جیسے اذان واقامت کا ثبوت، الدارمی کی روایت میں اور قرأۃ قرآن کا ثبوت ترمذی کی روایت میں ہے'' (فیض الباری ج ا ص ۱۸۳)..... مدیر صاحب! اب آپ کس کس محدث کو ٹھکرائیں گے؟

ہم ہر نماز میں، التحیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اقرار کرتے ہیں کہ اشھدان محمداً عبدہ ورسولہ. "عبد" کسے کہتے ہیں.....روح اور بدن کے مجموعے کو! جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ:....... اللہ تعالیٰ نے معراج میں سیر کسے کرائی ''عبدہ'' کو!......اسریٰ کا سفر کس نے کیا؟ روح اور بدن کے مجموعہ نے! اب سوال یہ ہے کہ آج، اس وقت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بندے اور رسول ہیں یا نہیں؟ صرف روح کو عبد

کہیں یا صرف بدن اور جسد کو عبد کہیں؟ صرف روح کو رسول کہیں یا صرف جسد کو رسول کہیں؟ نہیں..... بلکہ روح اور بدن دونوں کے مجموعہ کو عبد ورسول کہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے عالم برزخ کی وسعتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پھیلا رکھی ہیں اور حیات اسی بدن اطہر میں ہے جو دنیا میں تھا اور اب وہ بدن روضہ مبارک میں ہے اور اس کی نقل وحرکت عالم برزخ میں جاری ہے، گو وہ ہمیں یہاں دکھائی نہ دے، اس دنیا والوں سے وہ حیات پردہ میں ہو۔ آپ (ﷺ) اب عبدہ و رسولہ کا مصداق ہیں۔ چنانچہ قاضی شمس الدین صاحبؒ (یکے از بزرگانِ شما) ''مسالک العلماء'' میں لکھتے ہیں کہ.....

''اسلام میں انبیاء علیھم السلام کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا واجب ہے کہ وہ (اس زندگی) میں بھی نبی حقیقی ہیں وہ بعد الوفات (زندگی میں) بھی نبی حقیقی ہیں، ابدالآباد کے لئے۔ اوران پر کوئی ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آتا کہ وہ اس میں نبی حقیقی نہ ہوں بلکہ حکمی یا مجازی ہوں''

مدیر صاحب! غصہ تھوک دیجیے اور جمہور علماء کے مسلک کو اپنایئے۔ یہ مسلک صرف حضرت سید عطاء المھیمن بخاری مدظلہ، کا نہیں بلکہ جمہور علماء کا ہے۔ آپ صرف حضرت بخاری صاحب کو مورد الزام کیوں ٹھہراتے ہیں؟ انہوں نے یہ عقیدہ اپنی طرف سے نہیں گھڑا بلکہ جمہور علماء اہل سنت والجماعت کا عقیدہ نقل کیا ہے۔ مفتی رشید احمد صاحب ''احسن الفتاویٰ'' میں لکھتے ہیں کہ ...... ''اسلام میں ایسا وقت آ ہی نہیں سکتا کہ قرآن وحدیث صرف صحائف کی شکل میں رہ جائیں اوران کے الفاظ ومعانی کی حامل کوئی جماعت نہ ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک جماعت قیامت تک حق پر قائم رہے گی اور دین قیم اور صراط مستقیم کی حفاظت کرتی رہے گی۔ پس معلوم ہوا کہ معیارِ حق یہ رجال اللہ کی جماعت ہے، اور جو لوگ اس کے ساتھ وابستہ ہوں گے۔ اور جس فرد یا جماعت نے انکا دامن چھوڑا، وہ خواہ کتنے ہی دعوے اتباع قرآن وحدیث کے کرتے رہیں، اہل حق ہرگز نہیں ہوسکتے۔ اہل حق کا لقب اہل سنت والجماعت اس لئے پڑا کہ یہ لوگ قرآن کو سنت سے، اور قرآن وسنت دونوں کو، رجال اللہ کی جماعت سے سمجھتے ہیں''۔ (احسن الفتاویٰ، ج ا ص ۳۰۶)

مدیر صاحب! اب بتایئے کہ جماعت کثیر اہل حق وائمہ عظام، حضرت سید عطاء المھیمن بخاری شاہ صاحب مدظلہ، کے ساتھ ہیں یا آپ کے ساتھ ہیں؟ رجال اللہ کی جماعت کا دامن تو آپ حضرات نے چھوڑا ہے۔ یہ ''ممات'' والا مسئلہ تو مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی (مرحوم ومغفور) نے ۱۹۵۸ء میں شروع کیا۔ پھر آہستہ آہستہ کام بڑھتا گیا، یہاں تک کہ اس انفرادیت پسندی، تفرد پرستی اور اختلاف پروری نے متانت ودیانت اور اخلاق وشائستگی کی سبھی حدود پامال کرڈالیں۔ بعدازاں مولانا غلام اللہ خان صاحب نے اپنے رسالہ ماہنامہ ''تعلیم القرآن'' کی اشاعت ماہ ستمبر ۱۹۵۹ء میں ایک فتویٰ شائع کیا جس کی تحریر یوں ہے کہ .... ''عندالقبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سماع بلاشبہ ثابت ہے خصوصا سیدالانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام بہت بلند ہے اور آپ کے سماع میں تو کچھ شبہ ہی نہیں''۔ اس فتوی پر مولانا غلام اللہ

خان کے دستخط بھی موجود ہیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ حیات بعد الممات اور سماع عند القبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی مجوزہ تحریر کہ ..... ''وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضۂ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں'' .... اس تحریر پر حضرت مولانا غلام اللہ خان نے دستخط کئے تھے؟ اگر انہوں نے دستخط کئے تھے تو پھر اب جھگڑا کس چیز کا؟ کیا یہ عقیدہ رکھنے کی وجہ سے بندہ مشرک ہو جاتا ہے؟ (العیاذ باللہ)۔ کچھ خوف خدا کیجئے۔

مدیر صاحب! کچھ عرصہ قبل عصمت اللہ بن احمد سعید چتر وڑی کی طرف سے ایک استفتاء شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے آپ کی جماعت ''اشاعت التوحید'' کے امیر مولانا محمد طیب پنج پیری سے سوال کیا ہے اور مولانا محمد طیب نے ان الفاظ کے ساتھ فتویٰ دیا ہے کہ ''ہم بھی اکابر علماء دیوبند کی طرح سماع درود وسلام عند القبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل ہیں اور ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے'' آپ مزید وضاحت کے لئے اپنے امیر صاحب سے رابطہ تو قائم کریں، نیز اسی استفتاء میں یہ عبارت بھی منقول ہے کہ ''مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم وسماع النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں جمعیت اشاعت التوحید والسنتہ کا وہی عقیدہ ہے جس کو اس جماعت کے بانی شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب اور مولانا قاضی نور محمد صاحب نے لکھا ہے اور لکھ کر اس پر دستخط بھی کر دیئے ہیں کہ وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر شریف کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام آپ خود سنتے ہیں''۔ جی اب فرمایئے! آپ کی جماعت کے بانی مبانی تو فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، قبر مبارک میں بہ تعلق روح حیات ہیں اور روضۂ اطہر پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے کا، آپ درود سنتے ہیں۔ اور آپ کہتے ہیں کہ نہیں، آپ کا (ﷺ) جسد اطہر صرف اکراماً محفوظ ہے اور آپ کا جسد اطہر روضہ منورہ میں محض بے جان بے حس و بے شعور ہے اور روح مبارک کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اب تو آپ کے گھر کی گواہی آ گئی ہے۔ غصہ ابن امیر شریعت حضرت شاہ صاحب مدظلہ پر ہے۔ اب بھی کہہ دیجیے کہ راوی ضعیف ہے۔

مدیر صاحب! آپ کی مزید تسلی کے لئے مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمتہ اللہ علیہ کی مؤلفہ ''سیرۃ المصطفیٰ'' صلی اللہ علیہ وسلم کا حوالہ بھی حاضر ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ: ''تمام اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز اور عبادت میں مشغول ہیں اور حضرات انبیاء کرام کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عامہ مومنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے''۔ (سیرۃ المصطفیٰ جلد۲ ص ۳۴۵)۔ آپ مزید لکھتے ہیں کہ ''نیز حدیث میں ہے......**ما من احد یمر بقبر اخیہ المؤمن کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الاعرفہ ورد علیہ**

السلام، رواه ابن عبدالبر وصححه ابومحمد عبدالحق، وقال صلی اللہ علیه وسلم ان المیت لیعرف من یغسله ویحمله ویدلیه فی قبره، رواه احمد وغیره. (شرح مواهب اللدنیه ج۵ ص ۳۳٤)

ترجمہ:۔ ''جو شخص اپنے مؤمن بھائی کی قبر پر گزرے جس کو مرنے سے پہلے وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور اس پر سلام کرلے تو وہ مردہ بھی اس کو پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔'' اس حدیث کو حافظ ابن عبدالبر نے روایت کیا اور شیخ عبدالحق نے اس کو صحیح بتایا نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''تحقیق، مردہ اس شخص کو پہچانتا ہے جو اس کو غسل دے اور اس کو اٹھائے اور اس کی قبر میں اتارے۔'' اس حدیث کو امام احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ (سیرۃ المصطفیٰ ج۲ ص ۳٤۵)۔ مولانا کاندھلویؒ مزید لکھتے ہیں کہ شیخ تقی الدین سبکیؒ فرماتے ہیں کہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم (رضی اللہ عنھما) مسجد نبوی میں آواز بلند کرنے کو ناپسند فرماتے تھے اور جو شخص مسجد نبوی میں آواز بلند کرتا تو اس کو یہ فرماتے....

لقد اذیت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی قبره. (زرقانی شرح مواہب ج۲ ص۳۳۶)

''تحقیق، تو نے آواز بلند کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں ایذا پہنچائی''

معلوم ہوا کہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم (رضی اللہ عنھما) کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، قبر مبارک میں اسی جسم اطہر کے ساتھ زندہ ہیں اور جس طرح بحکم خداوندی لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھر والہ بالقول..... اس حیات نبوی میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے بلند آواز سے بولنا ممنوع تھا، اس طرح اب اس حیات برزخیہ میں آپکے سامنے بلند آواز سے بولنا ممنوع ہے، اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کا یہ حال تھا کہ اگر مسجد نبوی کے متصل مکانات میں دیوار میں کسی کیل اور میخ کے ٹھونکنے کی آواز حجرۂ نبوی تک پہنچتی تو عائشہ صدیقہؓ فوراً کہلوا بھیجتیں لاتؤذوا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم :۔ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو کیل اور میخ ٹھونکنے کی آواز سے تکلیف مت پہنچاؤ (سیرت المصطفیٰ ص ۳٤۹)۔ اب بھی فرمایئے کہ راوی ضعیف ہے..... لانسلم!......

حضرت مدیر صاحب! اب غصے کو جانے دیجئے اور علماء حق کی بات مان لیجئے۔

آخر میں ایک واقعہ بھی آپکو سناتا چلوں کہ مورخہ ۲۲ جنوری ۲۰۰۱ء بروز پیر فیصل آباد میں ہونے والے علماء کونسل کے اجلاس میں راقم الحروف حضرت ابن امیر شریعت سید عطاء المھیمن بخاری مدظلہ، کے ہمراہ تھا، جس میں کراچی سے لیکر پشاور تک کے تمام جید علماء کرام و مفتیان عظام تشریف لائے۔ تقریباً چار بجے مولانا ضیاء القاسمی مرحوم کی قیام گاہ پر ایک پریس کانفرنس تھی۔ اس کانفرنس کے شروع ہونے سے قبل تمام جید علماء کی موجودگی میں مولانا پیر سیف اللہ خالد (لاھور) نے مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے تمام علماء کو فرمایا کہ آج تمام علماء اکھٹے بیٹھ کر کیسے اچھے لگ رہے ہیں۔ اے کاش علماء اپنے اختلافات ترک کر کے، ایک ہی لائحہ عمل تیار کر کے، اتفاق واتحاد کی فضا پیدا کریں۔ مجمع

میں سے شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید صاحب (باب العلوم کہروڑ پکا) نے فرمایا کہ زیادہ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں، علماء کرام تشریف فرما ہیں، حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمتہ اللہ علیہ کی مجوزہ تحریر پر اب بار دگر تمام علماء کرام دستخط کر دیں۔ ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن شاہ صاحب بخاری مدظلہ نے مولانا کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ جید علماء کرام ومفتیان عظام تشریف فرما ہیں، آپ حضرات وضاحت سے فرمادیں کہ جوشخص یہ کہتا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے موت کے ذریعہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیس چھوڑا ہے۔'' کیا ایسا گندا عقیدہ رکھنے والا شخص گستاخ نبی نہیں؟ آپ نے وہاں بھی صاف صاف فرما دیا کہ ہم ایسے گندے اور خراب عقیدہ رکھنے والے گستاخ نبی کے ساتھ نہیں چل سکتے۔ اس وقت وہاں پر جناب مولانا اشرف علی فرزند حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ اور جناب قاضی عصمت اللہ صاحب، حضرت شاہ صاحب کے پیچھے متصل کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ وہاں پر دونوں حضرات کیوں خاموش بیٹھے رہے؟ گویا اُن کی خاموشی حضرت پیر جی مدظلہ کے مؤقف کی تائید تھی۔ ورنہ وہ علماء کو صاف کہہ دیتے کہ اس مسئلہ پر آپ سب حق پر نہیں ہیں۔ حق تو صرف ''اشاعۃ التوحید والسنۃ'' کے ساتھ ہے۔ واضح رہے کہ مولانا محمد اشرف علی علماء کونسل کے ایک اجلاس میں حضرت پیر جی مدظلہ کے استفسار پر، انہیں ذاتی طور پر یہ فرما چکے ہیں کہ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان پر بعض لوگ جو بدتمیزی کر رہے ہیں وہ اس سے بری ہیں۔ اُن کا قطعاً وہ عقیدہ نہیں، اور نہ اُن کے والد حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ کا یہ عقیدہ تھا۔ حضرت پیر جی مدظلہ نے انہیں بتایا کہ مدینہ منورہ کے قیام کے دوران میں نے خود حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ کو روضہ اقدس پر حاضری کے موقع پر ہدیۂ صلوٰۃ وسلام پیش کرتے دیکھا ہے۔

ہمیں یاد آیا کہ ''اشاعت'' کے ایک بزرگ مولانا عبدالغنی جاجرویؒ کے شیخ ومرشد حضرت مولانا حماداللہ صاحب ہالیجوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا مسلک اپنی کتاب ''تحفۃ المساکین'' میں لکھا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہ السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (تحفۃ المساکین ص ۳۰، ۳۱)

اب فیصلہ کیجئے کہ ان کے شیخ کا عقیدہ حیات کا ہے اور انکا عقیدہ ممات کا۔ اب شیخ حق پر ہیں یا مرید؟ اکابر امت کے حق میں کفر وشرک کے دوٹوک فیصلے، جتنی عجلت میں آپ حضرات فرماتے چلے آرہے ہیں، اسی کے پیشِ نظر، یہ فیصلہ کرنے کی درخواست کی جارہی ہے۔

والسلام

ابومعاویہ محمد فقیر اللہ رحمانی چوہان

(رحیم یار خان)